ضبط و ترتیب :- مولانا عبدالقیوم حقانی

طلبہ دارالعلوم سے

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق مدظلہ کا خطاب

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۹ جنوری ۱۹۸۸ء علماء کی ایک جماعت کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ سے ملاقات کی اس موقعہ پر نماز ظہر کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد میں اساتذہ اور طلبہ کے ایک بھرپور اجتماع سے مختصر خطاب بھی فرمایا۔ احقر نے اسی وقت ضبط کر لیا۔ اب افادۂ عام کے پیش نظر نذر قارئین ہے (ع ق ح)

خطبہ مسنونہ کے بعد، محترم بزرگو! حضرات اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ! اس دفعہ پاکستان میں میری حاضری اپنے ایک برادر نسبتی کی شدید علالت کی وجہ سے ہوئی۔ اب خدا نے ان کو افاقہ بخشا تو میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ابھی چند روز اور ٹھہرنا ہے تو اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔ پاکستان کے اہم علمی مراکز، مدارس، وہاں کے اکابر اساتذہ اور طلبہ سے زیارت و ملاقات کی سعادت حاصل کر لی جائے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضری کا پروگرام بنایا۔ جب یہاں آنا ہوا تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ دارالعلوم حقانیہ میں حاضری کی سعادت حاصل نہ کی جائے۔ پہلے بھی میری یہاں حاضری ہوئی تھی۔ آج پھر خدا تعالیٰ نے اس کا موقعہ مرحمت فرمایا۔ اور آپ بزرگوں کا حکم بھی ہے کہ کچھ بات بھی ہو جائے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی دین کی بات سنانے کا کہے تو انکار نہیں کرنا چاہئے۔ میری زیادہ تر گذارش تو طلبہ دورۂ حدیث، مشکوٰۃ شریف کے طلبہ سے ہوگی۔ کہ وہ بات کو زیادہ سمجھ سکیں گے دوسرے طلبہ کو بھی اس سے فائدہ ہوگا۔ باقی اکابر موجود ہیں۔ یہ اچھی بات ہے کہ میں بزرگوں کی کتابوں سے جو کچھ نقل کر کے یہاں بیان کروں گا ممکن ہے اس میں غلطی ہو اور بعض اوقات نقل میں غلطی ہو جاتی ہے تو بزرگ بیٹھے ہیں اس میں میرے لئے دو فائدے ہیں

اگر غلطی تھی تو اصلاح فرمادیں گے۔ اور اگر بات درست تھی تو تصدیق ہو جائے گی۔

قرآن میں ایک لفظ اقیموا الصلوٰۃ آیا ہے۔ واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین اور ایک لفظ صلوا استعمال ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صلوا کما رایتمونی اصلی تم ایسی نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں صلوا کے واضح اور مختصر لفظ کو چھوڑ کر اقیموا الصلوٰۃ کا جملہ کیوں اختیار کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم نے متقین کی صفت بیان کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ الذین یصلون بلکہ ارشاد فرمایا الذین یقیمون الصلوٰۃ گویا اقامت صلوٰۃ پر زور دیا گیا ہے۔ اقامت صلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ نماز کو اس کے حقوق وآداب اور سنن اور مستحبات کے ساتھ ادا کرنا۔

ایک نماز کا پڑھنا ہے اور ایک نماز کا قائم کرنا ہے۔ جس شخص کی ٹانگیں توڑ دی گئی ہوں اسے کھڑا کرنا قائم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح جس نے سنن اور مستحبات کے آداب کو ترک کر کے نماز کی ٹانگیں توڑ دیں تو اسے اقامتِ صلوٰۃ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ جملہ اردو کا ہے۔ کہتے ہیں مریض کھڑا ہو گیا یعنی شفایاب ہو گیا۔ قائم ہونے اور نماز کے قائم کرنے کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ نماز پڑھو مگر بیمار اور مجروح نہیں بلکہ قائم درست، اعلیٰ اور عمدہ طریقہ کے ساتھ۔

آج کتابوں اور مسائل کی کمی نہیں۔ مسائل کا علمی تکرار بھی ہوتا ہے۔ مگر اعمال کی کمی ہے اور اعمال کا کوئی تکرار نہیں ہوتا۔ پہلے زمانے میں طلبہ ایک مدرسہ میں جم جاتے تھے وہاں مکمل طور پر علمی عبور حاصل کر لیتے تھے، پک جاتے تھے ماہر بن جاتے تھے اور کامل ہو کر نکلتے تھے۔ مگر آج وہ استقامت نہیں رہی۔ طلبہ دو سال ایک مدرسہ میں۔ سال دوسرے مدرسہ میں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ آج اعمال کی کمی ہے خاص کر نماز کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔

میں نے ایک علاقہ میں نماز کے بعد جب نماز کے مسائل بیان کئے اور بتایا کہ لوگ نماز میں کوتاہی کرتے ہیں مثلاً پاؤں کی انگلیاں رو بقبلہ نہیں ہوتیں۔ رکوع میں پنڈلیوں کو درست نہیں کرتے کئی ایک مسائل بیان کئے۔ بعد میں میرے قریب ایک صاحب آئے اور کہنے لگے۔

جناب! ہماری مسجد کے امام صاحب بہت بڑے عالم ہیں جید عالم ہیں ایک وقت درس قرآن پڑھاتے ہیں اور ایک وقت درس حدیث دیتے ہیں۔ علمی تقریریں فرماتے ہیں مگر ایسی نماز انہیں بھی کبھی پڑھنا نصیب نہیں ہوئی۔

ہمارے ہاں دعاؤں کی باقاعدہ مشق کرائی جاتی ہے۔ نماز کی عملی مشق کرائی جاتی ہے حتیٰ کہ اذان، امامت اور اقامت تک کی مشق کرائی جاتی ہے۔

اب کچھ دنوں سے بات دل میں آئی کہ طلبہ تو استفادہ کر لیتے ہیں عام لوگوں اور مسلمانوں کو بھی فائدہ کی آسان صورت بنانی چاہئے۔ لہٰذا اب نماز فجر کے بعد ایک منٹ کا معمول بنا لیا ہے۔ فجر کی نماز کے بعد سب مقتدیوں سے عملی مشق کرائی جاتی ہے۔ نماز کا ایک عمل، ایک فرض۔ ایک سنت اور ایک مستحب ایک ایک کر کے بتایا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں کے ایک وکیل صاحب پچپن سال عمر ہے مگر دین کے علم سے ناآشنا تھے اب کی اس آسان ترکیب سے انہیں ۵، سال میں ۱۵ سنتیں یاد ہو گئی ہیں۔ مثلاً ہم سب کو بتاتے ہیں کہ انگلیوں کی تین حالتیں ہیں ۱۔ کھلا رکھنا ۲۔ بند رکھنا ۳۔ اپنے حال پر رکھنا۔ تو بتایا جاتا ہے کہ رکوع میں کھلی۔ سجدے میں بند۔ اور التحیات میں اپنے حال پر رکھی جانی چاہئیں۔

بہر حال قرآن کو، نماز کو، دین کو آسان سے آسان تر صورت میں پیش کرنا چاہئے۔ مثلاً قرآن مجید ہے حافظ آسانی سے پڑھ لیتے ہیں۔ غیر حافظ چاہتے ہیں کہ انہیں بھی اگر سارا نہیں تو قرآن کا ایک حصہ یاد ہونا چاہئے۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے یٰسین شریف صبح کو پڑھو۔ سارے روز کے کاموں میں برکت ہوگی۔ سورہ واقعہ پڑھو فاقہ نہ ہوگا۔ تبارک الذی پڑھو سوتے وقت تو آخرت میں آرام ہوگا۔ یہ سنت ہے یہ حضورؐ کی تعلیم ہے۔ سب عجلت بھی چاہتے ہیں۔ راحت بھی چاہتے ہیں اور یہ تینوں چیزیں حضورؐ کی سنت میں موجود ہیں۔ تو ان سورتوں کو یاد کرنے کا آسان طریقہ صرف یومیہ ایک منٹ نماز کے بعد فارغ ہو کر صرف ایک ایک لفظ یاد کرنا ہے۔ اگر مداومت کر لی تو سال میں پارہ ہوتا ہے۔ اور کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ گناہوں کو ترک کر دیا جائے۔ چھوٹے چھوٹے گناہ وضو نماز سے معاف ہو جاتے ہیں مگر بڑے بڑے گناہ طاعات کو کھا جاتے ہیں۔ آپ لازمی طور پر اپنے ہاں اس کی تبلیغ کریں۔ نیکیوں کے فوائد اور منکرات کے نقصانات بتائیں۔ مثلاً گناہوں سے علم سے محرومی، رزق میں تنگی آتی ہے۔ دل پر سیاہ نقطہ لگتا ہے۔

طاعات کے فوائد میں یہ ہے کہ رزق میں برکت اور علم میں وسعت آتی ہے۔ قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں "جزاء الاعمال"، حضرت تھانویؒ کی بہترین اور مفید کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ کرو اور عملاً اس کو نبھا کر دکھاؤ۔ منکرات کو مٹانے کی کوشش کرو۔

حدیث شریف میں آیا ہے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کسی خاندان یا کسی حلقہ اور علاقہ میں منکرات پھیلائے جا رہے ہوں اور کوئی ان سے منع کرنے والا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم، ایسے خاندان اور ایسے محلہ کے افراد کو مرنے سے پہلے پہلے عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ

کلمہ طیبہ فضائل کو کھینچتا ہے۔ مصائب کو دور کرتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے حقوق میں کوتاہی نہ کی جائے ــــ تو آج کل کے معاشرہ میں ٹیلی ویژن نقصانوں کا پٹارہ ہے۔ کتے کے زہر سے بڑھ کر اس کا زہر ہے۔ جب کسی کو اس کا دورہ پڑتا ہے تو بچ نہیں سکتا۔ جب بھی کوئی قدم اٹھایا جائے۔ کوئی کام کیا جائے تو سب سے پہلے یہ سوال اٹھایا جانا چاہئے کہ ایسا کیوں؟ جواب اپنے اپنے فہم کے مطابق حاصل ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے میرے باپ دادے کا طریقہ ہے۔ کوئی کہتا ہے رواج ہے کوئی کہتا ہے دوستوں کی خواہش ہے کوئی کہتا ہے میرے خاندانی روایات ہیں۔ مگر خوش نصیب وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے نبیؐ کا یہ طریقہ ہے۔

آج ساری دنیا عجب کی بیماری میں مبتلا ہے سب کہتے ہیں کہ ہم تو ٹھیک ہیں مگر فلاں کی وجہ سے کام خراب ہے

حالات کی تبدیلی تو سب چاہتے ہیں مگر اپنے حالات بدلنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ اجتماعی توبہ تب قبول ہوگی جب ہر فرد دوسرے کی توبہ کے بجائے اپنی توبہ کی طرف توجہ کرے۔ آج کل عام طور پر یہ شکایت کی جاتی ہے کہ ماحول خراب ہے کیا کریں کس طرح دین پر عمل کریں۔ مگر میں ماحول کے اثرات کا اس طرح قائل نہیں کہ اسے دین سے فرار کا ذریعہ بنا لیا جائے۔ آپ دیکھتے ہیں گرمی کا موسم ہے۔ باہر فضا اور ہوا گرم ہے۔ سورج کی تپش سے ماحول سارا گرمی کا ہے۔ لیکن اگر اندر ایک کمرہ میں کولر ہے اور وہ چالو ہے تو سارا کمرہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ دیکھئے ماحول کا اثر اس کمرہ پر مرتب نہ ہو سکا۔ کہ اس کے اندر کا کولر چالو ہے باہر ماحول درست ہے۔ بہار ہے۔ بارش ہوتی ہے اور ارد گرد سبزہ اُگ آتا ہے۔ مگر درمیان کی پکی سڑک پر کوئی گھاس نہیں اگتا۔ ماحول تو بہار کا ہے پھولوں اور سبزہ زار کا ہے مگر اس کے باوجود سڑک پر کوئی پھول نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ماحول کا اثر کچھ نتیجہ مرتب نہ کر سکا کہ اس کی اپنی صلاحیت نہیں ہے اس کا اندر درست نہیں۔

فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرو۔ ابلیس کو بھی یہی حکم تھا۔ ماحول فرشتوں کا مقدس مخلوق کا۔ مگر ابلیس کا اندر خراب تھا۔ کبر اور عجب تھا بہترین ماحول کے باوجود وہ بغاوت اور سرکشی کا مرتکب ہوا۔ کتنے لوگ تھے جو خود سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماحول میں رہتے تھے۔ آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے مگر اپنا اندر ان کا خراب تھا منافقت تھی تو منافق ہی رہے۔ حضورؐ کی صحبت اور ماحول بھی ان پر اثر انداز نہ ہو سکا۔

بہرحال اصل چیز دل ہے اندر اور باطن کی کیفیت ہے۔ باری تعالیٰ سب کو نیک عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ یہ تب ہے جب شاہِ خوباں کو خانہ دل میں مہمان بنا لیا جائے۔ اور یہ کیفیت طاری ہو ؎

چھوڑ دو افکار باطل، چھوڑ دو اغیار دل
سج رہا ہے شاہِ خوباں کے لئے دربارِ دل

بقیہ ص ۲۶

ابھارئیے۔ دین اسلام اور معاشرے کی اعلیٰ خدمات کا وسیع اور جامع منصوبہ بنائیے۔ چالبازانہ اور مغربی طرز کا مفاد پرستانہ منصوبہ نہ ہو۔ خالص دیانت دارانہ ہو۔

اسی میں عوام کی فلاح و بہبود ہے۔ یہی کام اصلاح معاشرہ کا ٹھوس اور حقیقی اقدام ہے۔ بین الاقوامی حالات میں اسی منہج میں ملک کی بقا، استقلال اور استحکام ہے۔ اسی میں مسلمانوں کے تہذیبی اور ملی شعور کا فروغ ہے۔ اگر اسی علم کو آپ نے تھاما، اس پرچم کو بلند کیا اس پیغام کے مبلغ بنے اور اس کے لئے اپنے مفادات کو تج دیا۔ ذاتی اور گروہی جتھہ بندی کی منافقانہ سیاست کو تین طلاق دے دیں۔ قومی وحدت اور اتحاد امت کا کام ٹھوس اور حقیقی بنیادوں پر استوار کر دیا تو پھر اہل زمانہ، ارباب طاقت، سپر پاور جن کے آج تم پاؤں چھوتے ہو کل وہ تمہارے جوتوں کو بوسہ دیں گے۔